محمد شفیع مرزا

محنت و صنعت کی اہمیت اسلامی تناظر میں

اسلام دین فطرت ہے اور اس کے تمام احکام فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں۔ عقاید کا معاملہ ہو یا عبادات کا، نجی زندگی ہو یا اجتماعی، روحانی و اخلاقی مسائل ہوں یا معاشرتی و سیاسی اور معاشی، ہر سلسلے میں اسلام کی تعلیمات انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہیں۔ اسلام نہ تو دنیا کو ترک کرنے کی تلقین کرتا ہے اور نہ کلی طور پر دنیاوی معاملات میں ملوث ہونے کی اجازت دیتا ہے۔ وہ انسان کو گوشہ نشینی اختیار کرنے سے بھی روکتا ہے اور صرف دنیا ہی کا ہو کر رہ جانے سے بھی منع کرتا ہے۔ چنانچہ فرزندان اسلام کا یہ خاصہ ہے کہ ایک طرف تو ان کی پیشانیاں سجدوں کے نشان سے معمور ہوتی ہیں اور ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو دنیا سے کوئی سروکار نہیں، دوسری طرف جب یہ اللہ کی راہ میں دنیا کے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں یا تلاش رزق کے لیے جدوجہد کرتے ہیں تو ظاہر بین نظروں کو یہ دھوکا لگتا ہے کہ ان سے بڑھ کر کوئی دنیادار نہیں حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ دنیا کی ظاہری زینت ان پر کبھی اثر انداز نہیں ہوتی۔ وہ صرف خدا کے لیے جیتے ہیں اور ان کی یہ کیفیت ان کی پیشانیوں کے سجدوں میں مضمر رہتی ہے۔

اسلامی معاشرے میں فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم کو خاص اہمیت دی جاتی ہے اور مزدور اور اہل حرفت کو اس میں ایک بلند مقام حاصل ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے جس کا اسلامی تہذیب و ثقافت کو اجاگر کرنے اور اس کے نقش و نگار کو ابھارنے میں بہت بڑا حصہ ہے یہی وہ طبقہ ہے جو مسجدیں تعمیر کرتا ہے، جو دینی تہذیب اور اسلامی ثقافت کا اصل مرکز ہیں۔ تعلیمی اداروں میں حسن و زیبائی کا رنگ بھرتا ہے اور دوسری عمارات سے ان کو ممیز کرتا ہے۔ اپنا کام خود کرنا اور محنت سے لگاؤ رکھنا پیغمبروں کا شیوہ ہے۔ اس ضمن میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ آپ نے بھیڑ بکریاں چرائیں تجارت کی اور ہاتھ سے کام کرنے کی صحابہ کو تلقین فرمائی۔ آپ نے خود بھی اپنے ہاتھ سے کام کیا اور اپنے عمل سے محنت کی عظمت و وقار کا ثبوت بہم فرمایا۔ خلفائے راشدین صحابہ کرامؓ اور تابعین و تبع تابعین بھی محنت کی عظمت کے علمبردار تھے۔ انھوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنّت کو اپنایا اور اپنی عظمت کا سکّہ منوایا۔[1] محنت کے بغیر معاشرے میں کسی قسم کی ترقی اور تمدنی ارتقا کا تصور محال ہے۔

ازمنۂ وسطیٰ میں صنعت و حرفت کے لحاظ سے عالمِ اسلام کو ہمیشہ خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ اسلامی دنیا کے بڑے بڑے صنعتی مراکز قائم تھے اور مسلمانوں میں صنعت و حرفت کو ایک معزز پیشے کی حیثیت حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی ممالک میں اہلِ حرفت کی اپنی اپنی پیشہ ورانہ تنظیمیں قائم تھیں۔ ابن بطوطہ کی روایت کے مطابق ان تنظیموں کو اخی کہا جاتا تھا۔ یہ تنظیمیں مزدوروں کی پیشہ ورانہ تربیت کے لیے ہر قسم کی سہولتیں فراہم کرتی تھیں۔ ان سہولتوں میں صنعتی تربیت کے علاوہ مذہبی تعلیم اور روحانی تربیت بھی شامل تھی۔ ان تنظیموں کے ارکان سال میں ایک یا دو مرتبہ مذہبی اور صنعتی تعلیم کے لیے کسی مذہبی مرکز میں جمع ہوتے تھے۔ ان اجتماعات کے موقع پر تفریح کا انتظام بھی ہوتا تھا اور عموماً سات دن تک بعض اہم اشیا کی نمائش بھی لگائی جاتی تھی، جس میں تمام صنعت کار اور مزدور اپنی اپنی مصنوعات کے نمونے پیش کرتے تھے۔[2] مغرب میں اس قسم کی انجمنیں کرافٹ گلڈ کے نام سے بہت عرصے کے بعد ظہور میں آئیں۔ اغلب ہے کہ جب صلیبی جنگ کے عیسائی لشکر فلسطین سے واپس آئے تو ان کے ذریعے ایسی پیشہ ورانہ انجمنوں کا تصور مغرب میں پہنچا اور اس کے نتیجے میں یہاں ان انجمنوں کے قیام کا سلسلہ شروع ہوا۔ یورپ کی بعض زبانوں خصوصاً فرانسیسی زبان میں عربی کی بگڑی ہوئی بہت سی فنی اصطلاحیں ملتی ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ مزدوروں اور صنعت کاروں کی

---

[1] محمد اکرم قریشی، تاریخ التعلیم، ص ۹۱

[2] حوالہ مذکورہ بالا

اسلامی ممالک میں قائم تھیں اور وہیں سے مغرب میں پہنچیں۔

برصغیر پاک و ہند اسلامی دور میں بھی صنعتی تعلیم اور ہنرمندی کی شان دار روایات کا بڑی حد تک حامل تھا۔ حکمران طبقے نے صنعت کو ترقی دینے اور مزدور کی حوصلہ افزائی کے لیے نمایاں کوشش کی۔ کشمیر کا سلطان زین العابدین سمرقند سے واپسی پر بہت سے صنعت کار اپنے ساتھ لایا اور ان کو جاگیریں عطا کیں۔ اس طرح صنعت و حرفت کے نئے باب کا اضافہ ہوا۔ باغبانی کے سلسلے میں پھول دار اور پھل دار پودوں کی نئی نئی اقسام کو پروان چڑھایا گیا۔[۴]

فیروز شاہ تغلق کو غلاموں کی پرورش اور ان کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کا بہت شوق تھا۔ اس مقصد کے لیے اس نے حکومت کے خرچ سے غلاموں کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک ادارہ قائم کیا جس کی نگرانی وہ خود کرتا تھا۔ غلاموں کو معاشرے کا مفید عنصر بنانے کے لیے انھیں ادبی اور فنی تعلیم کے علاوہ صنعتی تربیت بھی دی جاتی تھی۔ ان غلاموں میں سے ایک مرتبہ بارہ ہزار افراد اس ادارے کے ذریعے عالم، صناع اور تاجر بن کر نکلے۔[۵]

مغلوں نے بھی فنی تعلیم، کارخانوں کے قیام اور مزدوروں کی حوصلہ افزائی کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کے عہد میں دو قسم کے کارخانے پائے جاتے تھے۔ راتبی کارخانے اور غیر راتبی کارخانے۔ راتبی کارخانوں میں شاہی باورچی خانوں اور اصطبل کی چیزیں تیار ہوتی تھیں جب کہ غیر راتبی کارخانوں میں فرنیچر، دریوں، جھولوں اور قناتوں کی تیاری کا انتظام تھا۔[۶]

دورِ مغلیہ کو صنعت و حرفت کی ترقی کے لحاظ سے بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مغل

---

[۳] محمد اکرم قریشی، تاریخ التعلیم ص ۹۲

[۴] ایضاً ص ۹۳

[۵] ایضاً ص ۱۸۲

[۶] ایضاً ص ۹۳

بادشاہوں نے اس کی طرف خاص توجہ دی۔ صرف لاہور شہر میں قالین بافی کے سیکڑوں کارخانے موجود تھے۔ اس کی وجہ مغلوں کی صنعت، حرفت اور مزدور کی ترقی میں ذاتی دلچسپی تھی۔ اس دور میں ملکی صنعت عروج پر پہنچی اور مسلمانوں کی مصنوعات دنیا بھر میں مشہور ہوئیں اس وقت کشمیر کے کپڑے اور ڈھاکے کی ململ نے خاص طور پر شہرت پائی۔ ڈھاکے کی ململ کی نفاست کا یہ عالم تھا کہ اس کا چالیس گز کا تھان ایک انگوٹھی میں سے گذر سکتا تھا۔[۵]

مسلمانوں کی صنعتی ترقی کا سرچشمہ دراصل اسلام کی وہ تعلیمات ہیں، جن میں محنت مزدوری کی عظمت اور وقار، مزدوروں اور محنت کاروں کے حقوق کے تحفظ کی واضح تاکید موجود ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث قدسی مروی ہے، جس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن تین آدمیوں کا مدعی میں خود ہوں گا اور ان پر زیادتی کرنے والوں کے ساتھ جھگڑوں گا، ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو مزدور کو اجرت پر لگاتا ہے، اس سے پورا کام لیتا ہے اور اس کی اجرت نہیں دیتا۔[۶]

یعنی مزدور کی مزدوری نہ دینے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ مزدور کی طرف سے خود جھگڑا کرے گا۔

مزدوروں کے حقوق کو عہد جدید کی ایجاد سمجھا جاتا ہے حالانکہ اسلام نے اس وقت مزدوروں کے حق میں آواز بلند کی اور ان کے حقوق کا تعین کیا جب کہ مزدور کو زرخرید غلام تصور کیا جاتا تھا۔ اسلام نے حکم دیا کہ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے قبل ادا کر دی جائے۔

اسلام محنت اور محنت پیشہ کو انتہائی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کی اجرت بلا تاخیر ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ قرآن کریم انسان کو عمل پر اکساتا ہے اور اسے یہ اطمینان بھی دلاتا ہے کہ اس کا یہ عمل دنیا و آخرت میں اس کے لیے اجر کا باعث ہوگا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ (توبہ: ۱۰۵)
یعنی کہہ دیجیے کہ عمل کرو، اللہ، اس کا رسول اور مومن تمہارے اعمال کا جائزہ لیں گے۔

---

[۵] حوالہ مذکورہ بالا

[۶] الجامع الصحیح البخاری، جلد اوّل ص ۳۰۳

اس آیت میں کام کو حسن و سلیقہ سے اور خوش اسلوبی سے انجام دینے پر زور دیا گیا ہے پھر اس میں محنت کی تعظیم پائی جاتی ہے اور اسے مطالعہ کرنے، غور و فکر اور اس کے نتائج کو انتظار و آرزو کے قابل قرار دیا گیا ہے۔[۹]

مسند احمد بن حنبل میں روایت ہے: عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خیر الکسب کسب العامل اذا نصح[۱۰]

حضرت ابوہریرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا بہترین کمائی مزدور کی کمائی ہے بشرطیکہ کام خلوص اور خیر خواہی سے کرے۔

اسی مضمون کی چند مزید روایات درج ذیل ہیں: عن ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ یحب المومن المحترف[۱۱]

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا اللہ تعالیٰ حرفت کار مومن سے محبت کرتا ہے۔

عن المقدام عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: مَا اکل احدٌ طعا مًا خیراً من ان یّاکل من عمل یدہٖ و ان نبی اللہ داؤد کان یاکل من عمل یدہٖ[۱۲]

حضرت مقدام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اس شخص سے بہتر کسی نے کھانا نہیں کھایا جو اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھائے اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھایا کرتے تھے۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انّ اطیبب ما اکل الرجل من کسبہٖ[۱۳]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا سب سے عمدہ کھانا اس کی کمائی ہے۔

عن المقدام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما کسب الرّجل کسباً

---

۹ سید قطب، اسلام میں عدل اجتماعی، (مترجمہ: ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی) ص ۲۹۶

۱۰ بحوالہ جلیل احسن ندوی، زاد راہ ص ۸۷

۱۱ سید قطب، کتاب مذکورہ بالا، ص ۲۹۷

۱۲ الجامع الصحیح البخاری جلد اوّل، شمارہ ۱۹۳۳

الطیبُ من عمل یدہٖ[۴]

حضرت مقدام حضورؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کوئی کمائی آدمی کی اس کمائی سے بہتر نہیں کہ وہ اپنے ہاتھ سے محنت کرکے کمائے۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال والذی نفسی بیدہٖ لان یاخذ احدکم حبلہ فیحطب علی ظھرہ خیرلہ من ان یاتی رجلاً اعطاہ اللّٰہ عزّوجلّ من فضلہ فیسألہ اعطاہ او منعہ[۵]

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر تم میں سے کوئی اپنی رسی لے اور لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص کے پاس جائے جس کو اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیا ہے۔ اس سے مانگے، وہ دے یا نہ دے۔

ایک شخص رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا۔ آپ نے فرمایا تیرے پاس کچھ ہے۔ اس نے عرض کیا ایک چادر ہے۔ حضورؐ نے اس چادر کو فروخت کیا۔ ایک صحابیؓ نے دو درہم کے عوض وہ چادر خرید لی۔ اس سے حضورؐ نے ایک کلہاڑی اور رسی اس شخص کو خرید دی اور فرمایا۔ جا جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لا اور اپنا پیٹ پال۔ کچھ مدت بعد وہی شخص حاضرِ خدمت ہوا اس کے ہاتھوں پر کام کی وجہ سے آبلے پڑے ہوئے تھے۔ اس نے حضورؐ کو سلام کیا، آپ نے اس کے لیے بہتری کی دعا فرمائی اور اس کی تعریف کی۔

اوپر درج شدہ احادیث سے محنت اور محنت کش کی عظمت واضح ہوتی ہے اور اسے اسلام کا اہم حصّہ قرار دیا گیا ہے۔

قرآن کریم میں بھی متعدد آیات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق درج ذیل آیات ملاحظہ ہوں:

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ بَاْسِكُمْ ج (الانبیا: ۸۰)

---

[۴] حوالہ مذکور

[۵] نسائی شریف، جلد دوم، ص ۱۳۰

اور ہم نے حضرت (داؤد) کو ایسے لباسوں کی صنعت سکھائی جو تمہیں لڑائیوں کے موقع پر محفوظ رکھے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۙ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۖ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (سبا ۱۱)

ہم نے حضرت داؤد پر اپنی طرف سے بڑی عنایت فرمائی، پہاڑوں کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ تسبیح کرتے رہو اور پرندوں کو بھی یہی حکم دیا اور داؤد کے لیے ہم نے لوہے کو نرم کر دیا کہ تم پوری زرہیں بناؤ اور ان کے جوڑ میں مناسب انداز رکھو اور تم سب نیک کام کرو۔ میں خوب دیکھ رہا ہوں جو تم کر رہے ہو۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد لوہے کے استعمال پر قدرت رکھتے تھے اور خاص طور سے جنگی اغراض کے لیے زرہ سازی میں ان کو مہارت حاصل تھی۔ موجودہ زمانے کی تاریخی اور سائنسی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں لوہے کے استعمال کا دور ۱۰۰۰ سے ۱۰۰ قبل مسیح سے ہے، یہی حضرت داؤد کا زمانہ ہے۔ سب سے پہلے شام اور ایشیائے کوچک کی وحشی قوم نے جس کے عروج کا زمانہ ۲۰۰۰ سے ۱۲۰۰ قبل مسیح کا ہے، لوہے کو تیار کرنے کا ایک پیچیدہ طریقہ دریافت کیا لیکن اس قوم نے اسے راز میں رکھا ظاہر نہیں کیا۔ اس طریقے سے عام لوہا اتنا مہنگا تیار ہوتا تھا کہ سونے اور چاندی سے بھی مہنگا پڑتا تھا۔ بعد میں فلسطینیوں نے یہ طریقہ معلوم کیا اور انھوں نے بھی اسے راز میں رکھا۔ طالوت کی بادشاہی سے پہلے فلسطینیوں نے بنی اسرائیل کو پیہم شکست دے کر فلسطین سے بے دخل کر دیا۔ کیونکہ ان کے پاس لوہے کی رتھیں اور دوسرے آہنی ہتھیار موجود تھے۔

۱۰۲۰ قبل مسیح میں جب طالوت کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنی اسرائیل کا فرماں روا مقرر کیا گیا تو اس نے شکست دے کر ان لوگوں سے فلسطین کا بڑا حصہ واپس لے لیا اور پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے ۱۰۰۴ سے ۹۶۵ قبل مسیح تک فلسطین کے علاوہ شرق اردن اور شام کے بھی بہت بڑے حصے پر اپنی سلطنت قائم کر لی۔ اس زمانے میں آہن سازی کا وہ راز جو فلسطینیوں کے پاس تھا، نہ صرف بے نقاب ہو گیا بلکہ اس کے ذریعے آہن سازی کے دیسے ایسے طریقے ایجاد ہوئے جن سے عام استعمال کے لیے

لوہے کی سستی چیزیں بننے لگیں۔ فلسطین کے جنوب میں اُدوم کا علاقہ خام لوہے کی دولت سے مالا مال ہے اور حال ہی میں آثارِ قدیمہ کی جو کھدائی اس علاقے میں ہوئی ہے اس سے بکثرت ایسی جگہوں کے آثار ملے ہیں جہاں لوہا پگھلانے کی بھٹیاں لگی ہوئی تھیں۔ ان کے معائنے سے یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ اس میں بعض ایسے اصول استعمال کیے جاتے تھے جو دورِ جدید کے بلاسٹ فرنس میں استعمال ہوتے ہیں[۱۶]

حضرت داؤد علیہ السلام نے لوہا پگھلانے اور اس سے زرہیں بنانے کے فن کو اتنی ترقی دی کہ ایسی ڈھیلی ڈھالی زرہیں تیار ہونے لگیں جیسی کسی کپڑے سے بنائی گئی ہوں۔ یہ زرہیں آسانی سے لپیٹی جا سکتی تھیں مگر حفاظت کے اعتبار سے بہت سخت ہوتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو آہن سازی کی جدید اور اعلیٰ سائنسی ٹیکنالوجی کے فہم سے نوازا تھا۔ اس ایجاد سے انھوں نے اپنی دفاعی قوت میں بے پناہ اضافہ کیا جس سے ان کی فوجی قوت اپنے حریفوں کے مقابلے میں بہت زیادہ بڑھ گئی[۱۷]

اسی طرح تانبے کی صنعت حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں بہت ترقی پا چکی تھی اور اس کا استعمال عام ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کے طور پر قرآن حکیم میں ان الفاظ میں اس کا ذکر کیا ہے :

وَ اسلنا لہ عین القطر ؕ (سبا : ۱۲)

ہم نے اس (حضرت سلیمانؑ) کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا۔

تانبے کا چشمہ تین روز تک زمین سے جاری رہا۔ ایک قول کے مطابق یہ چشمہ ہر مہینے تین روز جاری رہتا۔ ایک اور قول کے مطابق حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ نے تانبے کو نرم کر دیا تھا[۱۸]

غرض حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں تانبے کی بہت بڑی مقدار برآمد ہوئی

---

[۱۶] مولانا مودودی، تفہیم القرآن، جلد سوم ص ۱۷۵

[۱۷] امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، جلد پنجم ص ۲۹۸

[۱۸] مولانا احمد رضا خان، ترجمہ قرآن کریم ص ۶۲۲

جسے انھوں نے قومی تعمیر و ترقی میں نہایت خوبی سے استعمال کیا۔ یہ تانبا سیّال صورت میں برآمد ہوتا تھا اور منجمد ہونے پر مختلف ضرورتوں کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ اس سے بڑی بڑی دیگیں اور دوسری قابلِ استعمال اشیا بنائی جاتی تھیں ہیکل کی تعمیر میں بھی حضرت سلیمانؑ نے اس دھات کو بہت استعمال کیا۔[19]

محکمہ آثارِ قدیمہ کو عصیون میں ایک بھٹی ملی ہے۔ ماہرین کے اندازے کے مطابق اُدوم کے علاقے میں عربہ کی کانوں سے جو لوہا اور تانبا لایا جاتا تھا وہ اس بھٹی میں پگھلا کر جہاز سازی اور دوسرے کاموں کے لیے استعمال میں لایا جاتا تھا۔[20]

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان سے قبل حضرت نوح کو اللہ تعالیٰ نے کشتی سازی کی صنعت سکھائی:

فَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا (المومنون: ۲۷)

ہم نے اس (نوح) پر وحی کی کہ ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی کے مطابق کشتی تیار کرو۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ایک کشتی تیار کرنے کا حکم دیا اور ساکھو کی لکڑی کے تختوں کو کیلوں سے جوڑ کر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق کشتی کو اپنے ہاتھوں سے تیار کیا۔

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو بھی ہاتھ سے کام کرنے کا حکم دیا۔ گویا اللہ تعالیٰ محنت و مشقت کر کے روزی کمانے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔ اس سے محنت کی عظمت کا پتا چلتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ بعض مصنوعات کا آغاز انبیا و رسل نے کیا اور اس کی ابتدا انہی کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی۔

حضرت نوح کی کشتی کی شکل و شباہت اور طریقِ استعمال سے فائدہ اٹھا کر آج کے انسان نے اس کو ایک ترقی یافتہ شکل میں تبدیل کر دیا ہے۔ فنِ جہاز رانی جو

---

[19] امین احسن اصلاحی، کتاب مذکورہ بالا، ص ۳۰۰

[20] ابوالاعلیٰ مودودی، حوالہ مذکورہ بالا، ص ۱۷۶

عروج پر پہنچا تو یہ انسان کی محنت اور سوچ بچار کا نتیجہ ہے۔ مصنوعات کے علاوہ، تعمیرات میں پیغمبروں کا دستِ ہنرمند جلوہ گر ہے۔ چناں چہ بیت اللہ جو اسلامی عبادات و للّٰہیت کا اوّلیں مرکز ہے، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی محنت و کاوش سے نقشۂ عالم پر ابھرا اور دنیا بھر کے مسلمانوں کا محورِ توجہ اور مرکزِ عبادت قرار پایا۔ قرآن اس کا ذکر ان الفاظ سے کرتا ہے:

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (البقرہ : ۱۲۷)

یاد کرو اس وقت کو جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل اس گھر (کعبۃ اللہ) کی دیواریں اٹھا رہے تھے تو دعا کرتے جاتے تھے۔ اے ہمارے رب ہم سے یہ خدمت قبول فرما، تو سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

قرآنِ حکیم کے اس مقدس حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے راج مزدور کے طور سے کام کر کے اپنے ہاتھوں سے خانۂ کعبہ کی تعمیر کی اور اس طرح تمام دنیائے انسانیت کو اللہ کے اس اولین گھر سے روشناس کرایا۔ پیغمبروں نے بکریاں بھی چرائیں اور مزدوری کی۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کیا۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما بعث اللہ نبیاً الا رعی غنم قال لہ اصحابہ و انت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال وانا کنت ارعاھا لاھل مکۃ بالقراریط[۲۱]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا اللہ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس نے بکریاں چرائیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے بھی؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں میں نے چند قیراط کے بدلے مکے والوں کی بکریاں چرائیں۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان ذکریا نجاراً[۲۲]

---

[۲۱] الجامع الصحیح، جلد اوّل، شمارہ ۲۱۰۷

[۲۲] ابن ماجہ شریف، جلد دوم، شمارہ ۳۰۴

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے۔

صحابہ کرامؓ نے بھی محنت مزدوری کی اور آں حضرت کے خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی محنت کرتے تھے۔

عن عائشۃ قالت لما استخلف ابوبکر الصدیق قال لقد علم ان حرفتی لم تکن تعجز عن مؤنۃ اھلی و شغلت بامر المسلمین فسیاکل ال ابی بکر من ھذا المال ویحترف للمسلمین منہ[۲۳]

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بنا دیے گئے تو فرمایا میرا پیشہ اہل و عیال کے لیے ناکافی نہیں۔ اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں۔ ابوبکر کی اولاد اس مال سے کھائے گی اور ابوبکر اس میں مسلمانوں کے لیے تجارت کریں گے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اصل ذریعۂ معاش تجارت تھا اور آپ قریش کے متمول تاجروں میں شمار ہوتے تھے۔ عہد اسلام میں اسی کو ذریعۂ معاش کے طور پر اپنایا اور دوسرے ممالک کے ساتھ تجارت کا سلسلہ جاری رکھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے کسب معاش کی کوئی فکر نہ تھی۔ حضرت فاطمہؓ سے شادی کے بعد ولیمے کی فکر دامن گیر ہوئی تو قریب کے جنگل سے گھاس پھونس لا کر بیچنے کا ارادہ فرمایا۔ ایک دن گرسنگی کی حالت تھی۔ کاشانۂ اقدس سے نکلے تاکہ مزدوری کر کے کچھ کما لائیں، حوالیٔ مدینہ میں دیکھا کہ ایک ضعیفہ کچھ اینٹ اور پتھر جمع کر رہی ہے، خیال ہوا شاید اپنا باغ سیراب کرنا چاہتی ہے۔ اس کے پاس گئے۔ اجرت طے کی اور پانی سینچنے لگے، یہاں تک کہ ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے۔ اس محنت و مشقت کے بعد ایک مٹھی بھر کھجوریں اجرت میں ملیں۔ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے حضورؐ نے تمام کیفیت سنی تو بہت خوش ہوئے اور شوق سے کھانے میں ساتھ دیا۔[۲۴]

---

[۲۳] الجامع الصحیح، جلد اوّل ص ۲۷۹، شمارہ ۱۹۳۱

[۲۴] معین الدین ندوی، خلافت راشدہ، ص ۲۵۶

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھ سے گھر کا تمام کام کرتی اور چکی پیستی تھیں۔ گھر کا کام کرنے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں میں گھٹے پڑ جاتے تھے۔[25] حضرت نبی اکرم ﷺ کی ہجرت مدینہ کے بعد اہلِ مدینہ میں سے جس مشہور صحابی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو آپ ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا، وہ ایک محنت کش تھے اور کھڈی پر کپڑا بُن کر کسبِ معاش کیا کرتے تھے۔

حضرت امام غزالیؒ ایک اعلیٰ پائے کے عالم تھے۔ وہ دینی علوم کے علاوہ حرفتی علوم و فنون کی تحصیل کو بھی پسند فرماتے تھے۔ پارچہ بافی اور خیاطی جیسے صنعتی علوم کو خود سیکھنے کے علاوہ دوسروں کو بھی ان کے سیکھنے کی ترغیب دیتے تھے۔ ان کے تصورِ نصاب میں حرفتی علوم و فنون فرض کفایہ کا درجہ رکھتے ہیں[26]

برِصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں نے صدیوں تک حکومت کی۔ بڑے بڑے مسلمان بادشاہ پیدا ہوئے جو بے حد جاہ و جلال کے مالک تھے۔ ان میں سے خاندانِ مغلیہ کا شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر عظیم حکمران کی حیثیت سے تاریخِ عالم میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ وہ عالم دین ہونے کی وجہ سے دین و دنیا میں بہتر طور پر تمیز کر سکتا تھا اور اپنی تمام تر جلالت شان کے باوجود اسلام کے مطابق عمل کرتے ہوئے خود اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کمانے کو ترجیح دیتا تھا۔ برِصغیر کا یہ عظیم فرماں روا جس نے اسلامی بنیادوں پر حکومت کو استوار کرنے کی سعی کی، کسبِ معاش کے لیے ٹوپیاں سی کر اُنھیں فروخت کرتا تھا نیز قرآن شریف لکھ اپنی روزی کماتا تھا۔[27]

قرآن و سنت کی تصریحات اور اسلافِ کرام کے عمل کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے صنعتی علوم و فنون کو معزز پیشوں کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کی تہہ میں یہ واضح تصور کارفرما ہے کہ محنت اور صنعت لازم و ملزوم ہیں، محنت عار نہیں بلکہ عزت کا ذریعہ ہے۔ انبیائے کرام جو عزت و عظمت میں

---

[25] ایضاً، ص ۳۵۷

[26] شبلی نعمانی، الغزالی، ص ۱۸۵

[27] پروفیسر شمس الدین، تاریخ ہند

تمام انسانوں سے افضل ہیں، اپنے عمل سے اس زرّیں اصول کی صداقت کا ثبوت پیش فرماتے ہیں۔ اسلامی تناظر میں دیکھا جائے تو بلا شبہ محنت کش اور صنعت پیشہ لوگوں کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔

پاکستانی مسلمانوں کے رسوم و رواج

شاہد حسین رزاقی

پاکستانی معاشرے کو نئے سانچے میں ڈھالنے اور قومی ترقی کی راہ ہموار کرنے کے لیے رسوم و رواج کی اصلاح بہت ضروری ہے اور اسی مقصد کے پیش نظر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ اس میں پاکستان کے مختلف علاقوں کے رسوم و رواج بڑی تفصیل سے قلم بند کیے گئے ہیں اور ان رسموں کی طرف خاص طور سے توجہ دلائی گئی ہے جو اخلاقی اور اقتصادی لحاظ سے بہت بری اور نقصان رساں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی موجودہ رسوم میں ضروری ترمیم و اصلاح کرنے اور معیوب و مضر رسم و رواج کو بالکل ختم کر دینے کے لیے مفید اور قابلِ عمل تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں۔ اس کتاب پر مصنف کو یونیسکو کا انعام ملا ہے۔

صفحات ۲۸۶ قیمت ۲۰ روپے

ملنے کا پتا: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاھور

مطالعہ قرآن

مولانا محمد حنیف ندوی

اس کتاب میں مولانا ندوی نے قرآن سے متعلق ان تمام مباحث و مسائل پر محققانہ اظہارِ خیال کیا ہے جن سے نہ صرف قرآن فہمی میں خصوصیت سے مدد ملتی ہے، بلکہ اس کتاب ہدیٰ کی عظمت بھی نکھر کر فکر و نظر کے سامنے آجاتی ہے۔ مزید برآں اس سے قرآن کے علوم و معارف اور دعوت و اسلوب کی معجزہ طرازیوں پر بھی تفصیل سے روشنی پڑتی ہے۔ اس کتاب میں مولانا نے زرکشی کی البرہان اور سیوطی کی اتقان کے ان تمام جواہر ریزوں کو اپنے مخصوص شگفتہ اور حکیمانہ انداز میں جمع کر دیا ہے اور مستشرقین کے اُٹھائے ہوئے اعتراضات کا تسلی بخش جواب بھی دیا ہے، جو قلب و ذہن میں شکوک و شبہات اُبھارنے کا موجب ہو سکتے ہیں۔ غرض اسے قرآنی فکر و تصور کے بارے میں ایسا انسائیکلوپیڈیا کہنا چاہیے جس میں وہ ساری بحثیں اور مضامین سمٹ آئے ہیں جن کی دورِ حاضر کو ضرورت ہے۔

صفحات ۳۱۰+۸ قیمت ۴۰ روپے

سطعات : شاہ ولی اللہؒ

ترجمہ: سید محمد متین ہاشمی

حضرت شاہ ولی اللہؒ نہ صرف برصغیر پاک و ہند کی عظیم شخصیت تھے بلکہ اپنے دور میں عالم اسلام کی ایک نہایت قابلِ فخر اور بلند مرتبت ہستی تھے۔ وہ بہترین مصلح، بہت بڑے مصنف، اونچے درجے کے عالمِ دین، بے مثال مفسر، محدث اور فقیہ تھے۔ ان کی تصنیفات اہلِ علم کے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ شاہ صاحب کی گراں قدر تصنیفات میں "سطعات" کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس کے اُردو ترجمہ کی شدید ضرورت تھی۔ چنانچہ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ یہ سعادت حاصل کر رہا ہے۔

فاضل مترجم نے حل طلب مقامات پر حواشی بھی تحریر کیے ہیں، نیز ایک جامع مقدمہ بھی لکھا ہے جس میں شاہ صاحب اور ان کے خاندان کے حالات اور ان کی خدمات کا ذکر کیا گیا ہے۔

صفحات ۱۹۲ قیمت ۴۰ روپے